اختصارِ آرزو

ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے:

”شام پالو تو صبح کی امید نہ رکھو اور صبح پالو تو شام کی آس نہ لگاؤ، اور اپنی تن درستی سے اپنی بیماری کے لئے کچھ اٹھالو اور زندگی سے موت کیلئے کچھ لے لو“

اختصارِ آرزو کا مطلب ہے: آدمی ہر لمحہ تیار رہے کہ کب بلاوا آجائے؛ گویا یہ وطن ہے ہی نہیں۔

”دنیا کی بابت زہد برتنے“ کی علماء نے یہی تفسیر کی ہے۔ امام مروزیؒ کہتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا یہ ’دنیا میں زہد‘ یا ’دنیا کو بے وقعت جاننا‘ کیا ہے؟ فرمایا: ’یہی کہ یہاں آرزو مختصر کر لو۔ صبح پالو تو کہو کیا پتہ شام آتی ہے یا نہیں‘۔ امام مروزیؒ کہتے ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہا کرتے تھے۔

بکر مزنیؒ کہتے ہیں: تم میں سے کوئی جب رات کو سوئے تو اگر ہو سکے تو وصیت سرہانے رکھ چھوڑے۔ کیا معلوم رات وہ اہل دنیا میں تھا تو صبح وہ اہل آخرت کے ہاں کرے۔

اویس رحمۃ اللہ علیہ کو جب پوچھا جاتا: حضرت کیسی گزر رہی ہے؟ تو فرماتے: کیسی گزرے گی اس آدمی کی، جسے کوئی صبح مل جائے تو شام کی آس نہ ہو اور شام پائے تو صبح کا یقین نہ ہو اور پھر آگے پہنچے تو معلوم نہیں جنت یا جہنم، کہاں بھیجا جائے۔

عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو آدمی کل کو اپنی زندگی میں شمار کرتا ہے وہ بھلا آدمی موت سے واقف ہی نہیں۔ کتنے ہیں جو دن شروع کر لیتے ہیں مگر پورا نہیں کر پاتے۔ کتنے ہیں جو کل کی آس پر رہتے ہیں مگر ان کی کل نہیں آتی۔ اگر کہیں تم اجل کا روپ جان لو

اور کہیں تم یہ دیکھ لو کہ 'اجل' آتی کس طرح ہے تو تم کو 'آس' بہت ہی بری لگنے لگے اور 'آس' کے فریب میں رہنا اس سے بھی برا۔

عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: مومن کے حق میں سب سے کارآمد دن وہی ہوتا ہے جسے وہ شروع کرے تو سمجھے کہ اس دن کا آخر وہ نہیں دیکھے گا۔

مکہ میں کوئی عبادت گزار عورت تھی۔ شام پڑتی تو وہ اپنے آپ سے مخاطب ہوتی: اے نفس بس یہی رات ہے اگلی کوئی رات کیا پتہ تم دیکھو نہ دیکھو۔ صبح ہوتی تو پھر وہ اپنے آپ کو مخاطب کرتی: اے نفس بس یہی دن ہے جو تجھے ملا ہے اگلا کوئی دن تجھ پہ آئے یا نہ آئے۔ جو ہو سکتا ہے بس آج ہی کر لو۔

بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر تم نماز سے لطف لینا چاہتے ہو تو یہ سمجھ کر نماز پڑھو کہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھنے کو شاید ملے یا نہ ملے۔ ان کا یہ قول دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت ہوئی ہے اس سے ماخوذ ہے یعنی صل صلاۃ مودع "اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دنیا سے رخصت ہو رہا ہو"۔

کوئی شخص اپنے کسی عزیز سے ملنے گیا۔ دروازے پر دستک دی تو جواب ملا: صاحب گھر پر نہیں۔

پوچھا: کب واپسی ہو گی؟ یہ کوئی باندی تھی اور معرفت میں خاص مقام رکھتی تھی۔ دروازے کی اوٹ سے بولی: جس کی جان اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں کون بتائے وہ کب آتا ہے!

ابو العتاہیہ کے دو شعر ہیں:

ادھر میں عمر دراز کی آس رکھوں ادھر معلوم نہیں جس دن کی صبح ملتی ہے اس کی شام بھی ساتھ میں ملتی ہے یا نہیں۔

تم دیکھتے نہیں جب بھی سویر ہوتی ہے تو وہ تمہاری عمر کو کاٹ کر اور اس سے ایک دن گھٹا کر ہوتی ہے۔

ابو العتاہیہ کا یہ دوسرا شعر دراصل ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ماخوذ ہے:

ابن آدم! جب سے تم ماں کے پیٹ سے نکلے ہو تب سے تم اپنی عمر کی عمارت ایک ایک اینٹ کر کے گرا رہے ہو۔

پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اپنی تندرستی سے اپنی بیماری کے لئے کچھ اٹھا لو اور زندگی میں موت کے لیے کچھ کر لو"۔

اسی عبد اللہ بن عمرؓ والی روایت میں ایک الفاظ یہ بھی آتے ہیں:

فإنک یا عبداللہ لا تدری ما اسمک غداً

"وہ اس لئے اے عبد اللہ کہ تم کیا جانو کل تمہیں کیا پکارا جاتا ہے"

یعنی تم کیا جانو کل تم زندوں میں گنے جاؤ گے یا مردوں میں۔